تار کا پتہ
انجمن علی گڑھ

رجسٹرڈ نمبر اے ۹۲۲
ٹیلیفون نمبر ۲۹

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو ہند کا پندرہ روزہ اخبار

فی پرچہ ۲ آنے | سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۵ | ۱۵ر فروری ۱۹۵۶ء | ایڈیٹر:۔ آل احمد سرور | ۲ رجب المرجب ۱۳۷۵ھ | نمبر ۴

اردو کی مخالفت کیوں؟

پنڈت جواہر لال نہرو کی تازہ ترین تقریر

نئی دہلی ــــــــــ ۳۰ ــــــــــ جنوری

وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے آج یہاں ایک جلسہ عام میں اعلان کیا کہ میں ہندی کے ان حامیوں کو جو اردو کے وجود ہی سے انکار کرتے رہتے ہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ اردو کو ٹھکرا کر وہ کسی طرح بھی ہندی کو ترقی نہیں دے سکتے بلکہ ان کے اس رویہ سے خود ہندی کو نقصان پہونچے گا۔

انھوں نے کہا کہ انھیں یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ لوگ زبان کے مسئلے پر لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ زبان تعلیم اور نظم و نسق کے امور میں بہت اہمیت رکھتی ہے لیکن جب زبان کے معاملے کو ایک سیاسی مسئلہ بنا لیا جاتا ہے تو یہ خطرناک حد میں داخل ہو جاتی ہے۔

ہندی کی پوزیشن

پنڈت نہرو نے کہا کہ ہندوستان کے آئین میں ملک کی چودہ بڑی زبانوں کو تسلیم کیا گیا ہے اور ہندی کو قومی زبان کا درجہ دیا گیا ہے لیکن ہندی کے قومی زبان بنائے جانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ بنگالی، تامل، تلگو یا دوسری زبانوں سے اچھی زبان ہے۔ ہندی کو صرف اس لئے قومی زبان تسلیم کیا گیا ہے کہ ہندی ایک ایسی زبان ہے جس کو ملک کی ایک کثیر آبادی سمجھتی اور بولتی ہے۔

پنڈت نہرو نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ دراصل ملک کی بعض زبانیں ہندی سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ ہیں ایسی حالت میں ہندی کی ترقی کا یہ مطلب ہرگز نہ ہونا چاہئے کہ دوسری زبانیں کچل دی جائیں۔ ہر زبان کو ترقی کے یکساں مواقع ملنا چاہئے۔

ہر زبان دوسری زبان سے فائدہ اٹھاتی ہے اس لئے یہ سوچنا بالکل غلط ہے کہ آپ کسی ایک زبان کو کچل کر اپنی زبان کو ترقی دے سکتے ہیں۔

اردو کی مخالفت کیوں؟

پنڈت نہرو نے کہا کہ ہندی اردو جھگڑے کو رہنے دیجئے۔ ہندی کو سب سے اونچی جگہ دے دی گئی ہے۔ لیکن ہندی کے بعض حامی اب بھی مطمئن نہیں ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اردو ہندی کی دشمن ہے ان کو ڈر ہے کہ اردو کی موجودگی میں ہندی ترقی نہ کر سکے گی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ایسا کیسے ممکن ہے۔ اردو ملک کی اہم اور ترقی یافتہ زبانوں میں سے ایک ہے اور ملک کے متعدد حصوں میں بولی جاتی ہے۔ لیکن یہ زبان ہندی کی ترقی میں کیسے رکاوٹ ڈال سکتی ہے؟

ہندی کے یہ حامی اردو کے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں حالانکہ یہ ہندوستان کی قدیم ترین زبانوں میں سے ایک ہے۔ میں ان لوگوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اردو کو ٹھکرا دینے یا نہ تسلیم کرنے سے ہندی

کی ترقی نہ ہوگی بلکہ اس کا نقصان ہی ہوگا۔

پنجاب کی مثال

پنڈت نہرو نے اس سلسلے میں پنجاب کی مثال دی اور کہا کہ وہاں سارا جھگڑا رسم خط کا ہے اور اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ پنجابی زبان ہندی رسم خط میں لکھی جائے یا گورکھی میں لیکن اس بحث کا سب سے دلچسپ پہلو یہ ہے کہ ساری بحث اردو زبان کے ذریعے ہو رہی ہے۔

انھوں نے کہا کہ دہلی پنجاب میں رہنے والوں کی اکثریت اردو اخبارات پڑھتی ہے جس سے اردو کی زبردست اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے اگر کوئی شخص یہ سوچے کہ اردو ہندی پر غالب آجائے گی تو یہ اس کی حماقت ہے۔

اردو میرے صوبہ کی زبان ہے اور مجھے اس پر فخر ہے

شہید نگر ۱۳ر فروری۔ لوگ یہ کہتے ہوئے کیوں شرماتے ہیں کہ اردو ہماری زبان ہے؟ یہ سوال وزیر اعظم مسٹر جواہر لال نہرو نے کانگریس کے کھلے اجلاس میں ریاستوں کی تنظیم نو سے متعلق قرارداد پر تقریر کرتے ہوئے حاضرین سے کیا۔ وزیر اعظم نے کہا کہ میں آپ سے یہ کہتے ہوئے شرمندہ ہوں کہ ابھی تک میرے صوبہ میں اردو کا خوف ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ ہندی والے اردو سے خائف ہیں۔ کیا اردو ہندی کو کھا جائے گی۔ اردو میرے صوبے کی زبان ہے اور مجھے اس پر فخر ہے (تالیاں) اسے کیوں دبایا جا رہا ہے اور ہم اس بارے میں کیوں شرمندہ ہوں کہ اردو ہماری زبان ہے۔ ہندی ہندوستان کی قومی زبان بن چکی ہے اور اس کو ایک اعلیٰ مقام دے دیا گیا ہے۔ کیا اردو ہندی کو کاٹ کھائے گی۔ مجھے یہ سب باتیں کہتے ہوئے آپ سے شرم محسوس ہوتی ہے صاف ظاہر ہے کہ ہندی والوں کا یہ خوف دونوں زبانوں کو نقصان پہنچائے گی۔ ہمیں ایک بار یہ بات محسوس کر لینی چاہئے کہ تمام زبانوں کو ایک دوسرے کا مقابلہ کر کے نہیں بلکہ ساتھ ساتھ چل کر ترقی کرنا ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا ہے۔

یوپی میں ہندی اردو کے دیرینہ تنازعہ کا ذکر کرتے ہوئے وزیر اعظم مسٹر نہرو نے کہا کہ ان زبانوں کے پروپیگنڈہ کرنے والوں کو یہ بات دل سے نکال دینی چاہئے کہ ان کی زبانیں دوسری کی قیمت پر ترقی کر سکتی ہیں۔ یہ ایک بری بات ہے۔

دہلی کو اردو سے محروم کرنے کی کوششیں

دہلی اسمبلی کے ممبروں کا جو کمیشن زبان کے مسئلے پر غور کرنے کے لئے مقرر ہوا تھا اس نے سفارش کی تھی کہ ہندی تو دہلی کی سرکاری اور عدالتی زبان ہو اور اردو کو صرف اس حد تک رائج رکھا جائے کہ اس میں دفاتر اور عدالتوں میں درخواستیں قبول کی جا سکیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں دہلی بار ایسوسی ایشن کے سینئر ممبروں کا ایک ڈیپوٹیشن مرکزی گورنمنٹ کے ہوم منسٹر پنڈت پنت سے ملا اور اس نے مطالبہ کیا کہ دہلی کے سرکاری حلقوں میں اردو کے لئے کوئی جگہ نہ ہو کیونکہ بقول اس کے کے دہلی کے کسی علاقہ میں بھی اردو نہیں بولی جاتی اور دہلی اسمبلی کے آئندہ کے سیشن میں مسٹر کنور لال گپتا ایک ریزولیوشن پیش کر رہے ہیں جس کا مقصد بھی یہ ہے کہ دہلی کی سرکاری علاقائی اور عدالتی زبان صرف ہندی قرار دی جائے اور اردو کو اس صوبے میں کوئی بھی حیثیت حاصل نہ ہو۔

بار ایسوسی ایشن کے وفد کے اس مطالبہ کا مطلب تو یہ ہے کہ دہلی کے وہ مسلمان۔ ہندو۔ اور سکھ جو صرف اردو زبان ہی لکھتے اور پڑھتے ہیں اور اب تک ہندی رسم الخط نہیں سیکھ سکے ان کو قطعی ان پڑھ غیر تعلیم یافتہ اور جاہل قرار دیا جائے کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ دہلی میں اس وقت لاکھوں کی تعداد میں ایسے دہلوی اور پنجابی لوگ موجود ہیں جو ہندی رسم الخط سے قطعی ناواقف ہیں اور صرف اردو جانتے ہیں اور دہلی اسمبلی کے ریزولیوشن کا مطلب یہ ہے کہ اردو کو اس کے اپنے اصلی وطن یعنی دہلی (جہاں کہ یہ پیدا ہوئی۔ جہاں اس کی پرورش کی گئی اور جہاں اس کو عروج نصیب ہوا) سے جلا وطن کر دیا جائے تاکہ یہ موجودہ قابل رحم حالت میں بھی یہاں زندہ نہ رہے۔

واقعہ دلچسپ ہے کہ ہندوستان کے وزیر اعظم پنڈت نہرو جن کا اصلی وطن الٰہ آباد ہے تو علانیہ کہتے ہیں کہ اردو ان کی مادری زبان ہے اور اردو بولنے میں یہ فخر محسوس کرتے ہیں مگر اردو کے اصلی وطن دہلی کے فرزندان وطن یہاں اس کے وجود سے ہی سے انکار کر رہے ہیں۔ اور ارشاد ہے کہ چونکہ یہاں اس "ناپاک" زبان میں کوئی بات چیت نہیں کرتا اس لئے اسے یہاں مردہ تسلیم کیا جائے۔

حامیان اردو کا فرض ہے کہ وہ دہلی اور یوپی میں اردو کو زندہ رکھنے کے لئے کوئی موثر قدم اٹھائیں جو اردو کے خلاف زبان درازی کرنے والے اصحاب کا جواب ثابت ہو۔

(ریاست دہلی)

یگانہ چنگیزی بھی چل بسے

یہ سال بھی اردو ادب کے لئے نہایت سخت معلوم ہوتا ہے جنوری میں قاضی عبدالغفار ہم سے رخصت ہوئے، فروری میں یگانہ چنگیزی چل بسے۔ ۱۹۵۵ء اور ۱۹۵۶ء میں اردو ادب کے اتنے ستارے غروب ہوئے ہیں کہ اب اندھیرے کا احساس جان لیوا ہو رہا ہے۔

واجد حسین یاس یگانہ چنگیزی عظیم آباد کے رہنے والے تھے مگر ان کی عمر کا بیشتر حصہ لکھنؤ میں اور ملازمت کے سلسلے میں حیدرآباد میں گزرا۔ ادھر کئی سال سے وہ علیل بھی تھے اور گوشہ نشین بھی۔ انھوں نے تقریباً ۷۰ سال کی عمر پائی۔

یگانہ جدید اردو شاعری میں ایک منفرد شخصیت، جاندار اسلوب، کیل کانٹے سے درست شعر اور رموز فن سے واقفیت کی وجہ سے زندہ رہیں گے۔ ان کے یہاں انفرادیت انانیت کی حد تک پہنچ گئی تھی اور اسی وجہ سے وہ اپنے معاصرین میں سے بیشتر کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ چنانچہ لکھنؤ میں برسوں ان سے اور شعرائے لکھنؤ سے معرکے رہے اور اگرچہ ان میں ذاتیات پر چوٹیں بھی ہوتی تھیں، مگر انصاف یہ ہے کہ ان سے ادب کی خدمت بھی ہوئی۔ یگانہ واقعی یگانۂ روزگار تھے۔ ان کی متعدد غزلیں اور رباعیات ان کی رعنائی فکر اور ندرت اسلوب کی یادگار ہیں۔ ان کی تصانیف میں آیات وجدانی، غالب شکن، گنجینہ اور ترانہ قابل ذکر ہیں۔ ان میں گنجینہ سب سے اچھا کارنامہ ہے۔ کیونکہ اس میں ان کی شاعری کا قابل قدر حصہ سب آ گیا ہے۔ غالب کی مخالفت انھوں نے غالب سے اندھی عقیدت دیکھ کر شروع کی۔ مگر اپنی رو میں وہ اس قدر آگے بڑھ گئے کہ جائز حدود سے تجاوز کر گئے۔ آخر عمر میں انھوں نے کچھ ایسی رباعیات لکھیں جن میں خدا اور رسول سے شوخی اور گستاخی تھی۔ اس پر سنجیدہ آدمی کو بجا اعتراض تھا، مگر ان کی جو آبروریزی اور رسوائی لکھنؤ کے کچھ نوجوانوں نے کی وہ بھی نامناسب تھی۔ آخر یگانہ سن رسیدہ اور بیمار تھے ان کے خیالات کی مخالفت ضروری سہی مگر ان کو زدوکوب کرنا اور رسوا کرنا شرافت اور تہذیب سے گری ہوئی بات تھی۔ اختلاف میں بھی تہذیب کا پہلو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے۔

یگانہ نے اردو شاعری کو کچھ ایسے شعر دئے ہیں جو ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اسی لئے ہم ان کے انتقال کو اردو ادب کے لئے ایک بڑا نقصان سمجھتے ہیں۔ چند شعر ملاحظہ کیجئے۔

سمجھے کیا تھے مگر سنتے تھے فسانۂ درد   سمجھ میں آنے لگا جب تو پھر سنا نہ گیا

الٹی تھی مت زمانۂ مردہ پرست کی   میں ایک ہوشیار کہ زندہ ہی گڑ گیا

ننگ محفل مرا زندہ مرا مردہ بھاری   کون اٹھاتا ہے مجھے کون بٹھاتا ہے مجھے

پہاڑ کاٹنے والے زمیں سے ہار گئے   اسی زمین میں دریا سمائے ہیں کیا کیا

چتونوں سے ملتا ہے کچھ سراغ باطن کا   چال سے تو ظالم کی سادگی برستی ہے

ہر شام ہوئی صبح کو اک خواب فراموش   دنیا یہی دنیا ہے تو کیا یاد رہے گی

دھواں سا جب نظر آیا سواد منزل کا   نگاہ شوق سے آگے تھا قافلہ دل کا

ازل سے میرا سفینہ رواں ہے دھارے پر   ملا ہنوز نہ منجدھار کا نہ ساحل کا

ناخدا نے کم ہمت ہاتھ پاؤں ہار آیا   تہہ کی کیا خبر لاتا حوصلہ بھی ہار آیا

پار اتارنا کیسا بار سر اتار آیا

کشتی حیات اپنی جا رہی تھی دھارے پر   سنگ دل تماشائی ہنستے تھے کنارے پر

دل زدہ ہی شکستہ دل پھر یہ سے کا آیا

کعبے کی طرف دور سے سجدہ کر لوں   یاد ہر کا آخری نظارہ کر لوں

کچھ دیر کی مہمان ہے جاتی دنیا   اک اور گنہ کر لوں کہ توبہ کر لوں

انجمن کی خبریں

دہلی

انجمن ترقی اردو دہلی کا سالانہ جلسہ یکم جنوری ۱۹۵۶ء کی شام کو ۲/۱ ۴ بجے بہت دھوم دھام سے منایا گیا۔ قاضی عبدالغفار صاحب بوجہ علالت تشریف نہیں لا سکے تھے اس لئے پنڈت سندر لال صاحب صدر انجمن ترقی اردو شاخ دہلی نے فرمایا کہ اس جلسے کی صدارت گوپی ناتھ امن فرمائیں۔ حمیدہ سلطان احمد نے اس کی تائید کی۔

جلسے کی کارروائی سے قبل صدر محترم نے ۱۹۵۵ء میں اس جہاں سے رخصت ہونے والے نامور ادیبوں، شاعروں۔ خواجہ حسن نظامی، بیخود دہلوی، علامہ کیفی، اقبال سہیل، مولانا اسلم جیراج پوری، مجاز لکھنوی اور عباس بیگ جنتر کی وفات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے تعزیتی تجویز پیش کی۔ سب حاضرین جلسہ نے ایک منٹ خاموش کھڑے ہو کر مرنے والوں کو خراج عقیدت پیش کیا۔

پنڈت سندر لال نے جلسہ کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا ہم کو اردو سے محبت ہے ہم چاہتے ہیں کہ ایک خوبصورت زبان جس میں اور زبانوں کے بہترین الفاظ شامل ہوں قائم رہے۔ دراصل اردو دشمنی کا جذبہ اردو کے چند متعصب حامیوں کے ثقیل نامناسب عربی، فارسی الفاظ ٹھونس دینے سے دن بدن بڑھتا رہا اب جو صورت حال ہے وہ اسی کا ہی نتیجہ ہے۔ ہندی والے خواہ اردو کی کتنی ہی مخالفت کریں لیکن ان کو حالی اور غالب کو پڑھنا ہی ہوگا۔ حکومتوں کے بنانے سے کوئی زبان نہیں بنتی۔ اردو جو شمالی ہندوستان کی بول چال کی زبان ہے بہرحال قائم رہے گی اور حکومت کو بھی گاندھی جی کے فرمانے کے مطابق یہ ماننا ہی پڑے گا کہ اردو کو فارسی۔ ناگری دونوں رسم الخط کے ساتھ برقرار رکھا جائے۔

حافظ علی بہادر خاں نائب صدر (شاخ دہلی) نے حکومت دہلی اور میونسپل کمیٹی کی زبان اردو سے متعلق موجودہ پالیسی پر سخت احتجاج کیا اور یہ تجویز پیش کی کہ اردو کو دستور ہند کے مطابق وہ درجہ دیا جائے جس کی وہ مستحق ہے۔ یہ تجویز اجتماعی طور پر منظور کر لی گئی۔

مولانا مفتی عتیق الرحمان صاحب نے اجتماعی قرارداد کی تائید میں تقریر کرتے ہوئے دہلی میونسپل کمیٹی کی اردو دشمنی کی خاص طور پر مذمت کی اور کہا کہ ہمارے شہر کی میونسپلٹی کو ان دنوں صرف ایک کام رہ گیا ہے کہ اردو کو مٹا دو۔ اردو کے بورڈوں کو کھرچ دو حالانکہ دہلی میونسپلٹی اور حکومت دہلی کو قانونی طور پر اردو کو جو یہاں کی علاقائی زبان ہے۔ ختم کرنے کا حق نہیں دیا گیا ہے۔ دہلی کے رہنے والے اگر ارباب اقتدار کی یہ زیادتی کچھ دن اور رہی تو ہم اسکو برداشت نہیں کر سکیں گے۔ ایک طرف ہم وزیراعظم ہندوستان پنڈت نہرو کی تقریریں سنتے ہیں اور ان سے ہماری ڈھارس بندھتی ہے دوسری طرف اردو کے ختم کرنے کی ہر کوشش یہاں کی حکومت اور میونسپلٹی کو کرتے دیکھ کر ہمیں حیرت ہوتی ہے۔ کتنا زبردست ٹکراؤ ہے وزیراعظم اور دہلی حکومت کے عمال کی پالیسی میں۔

مفتی صاحب نے ان سپاس ناموں کا بھی ذکر کیا جو پچھلے دنوں میونسپل کمیٹی کی طرف سے معزز غیر ملکی مہمانوں کو پیش کئے گئے اور کہا کہ ان سپاس ناموں میں جو زبان استعمال کی گئی ہے دہلی والوں کی جانب سے استقبال کے موقع پر صدر میونسپل کمیٹی کو ایسی زبان میں بولنے کی ہمت کس طرح ہوئی جو ان کی زبان ہو تو ہو دہلی والوں کی زبان ہرگز نہیں ہے۔

مفتی صاحب نے فرمایا کہ کرنول آندھرا میں سیٹو اطاہر سپیشل ایک کو صدر میونسپلٹی نے جو سپاس نامہ پیش کیا وہ اتنی اچھی اردو میں تھا کہ ایسا معلوم ہوا کہ اس صوبہ کی زبان اردو ہے اور مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ کرنول کے پڑھے لکھے لوگ اردو بخوبی لکھ اور پڑھ سکتے ہیں۔ آخر میں مفتی صاحب نے فرمایا۔

اردو کا مطالبہ ایک دستوری حق ہے اس کے لئے ہم پوری جدوجہد کریں گے۔

لالہ شیام ناتھ سابق صدر میونسپل کمیٹی نے اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ اردو کے معاملے میں پچھلے ایک سال سے دہلی میونسپل کمیٹی جس پالیسی پر گامزن ہے اسی پالیسی پر حکومت دہلی نے بھی چلنا شروع کر دیا ہے۔ مختلف محلوں پر سے اردو کے سائن بورڈ ہٹائے جانے کے متعلق آپ نے کہا کہ یہ ایک معمولی بات ظاہر ہوتی ہے لیکن ایسی معمولی باتیں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ آپ نے کہا کہ جب اس سلسلے میں میونسپلٹی سے دریافت کیا گیا تو جواب ملا کہ پچھلے بورڈوں پر انتظامی حلقوں کے نمبر تھے اور نئے بورڈوں پر انتخابی حلقوں کے نمبر ڈالے گئے تھے۔ لیکن آپ نے اس توجیہ کی تردید کی اور کہا کہ اس کی اصل وجہ اردو دشمنی ہے۔ میونسپلٹی کو چاہئے کہ وہ اپنی واضح پالیسی کا اعلان کرے اور کوئی بات چھپا کر نہ کرے۔

آپ نے پر زور الفاظ میں کہا کہ اردو، دہلی والوں کی

زبان ہے اور جب بھی دہلی کا ذکر کرتا ہوں تو اس سے میری مراد یوپی میں دو کو میل تک اور ادھر سو میل ادبانہ دوالا علاقے سے ہے۔ بلاشبہ اس پورے علاقے کی زبان اردو ہے۔ وہ لوگ تنگ نظر اور حاسد ہیں جو کہتے ہیں کہ دہلی سے اردو کو ختم کر دیا جائے۔ شام ناتھ جی نے یہ بھی فرمایا کہ اس کا بڑا افسوس ہے کہ جو لوگ پنڈت نہرو کے پیرو ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہی اردو کے بارے میں ان کے ارشادات کی پروا نہیں کرتے۔

آپ نے آخر میں آل انڈیا ریڈیو کی پالیسی پر بھی اعتراض کیا اور کہا کہ یہاں خبریں اسی زبان میں نشر کی جاتی ہیں جو عام فہم نہیں۔ اس لئے دہلی کے لوگ اکثر پاکستان ریڈیو سے خبریں سنتے ہیں۔ آپ نے خود اپنے گھر کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ آج ہی میرے بچوں نے خبریں سننے کے لئے پاکستان ریڈیو کھولا ہوا تھا۔

شری گوپی ناتھ امن صدر جلسہ نے "اردو غیر ملکی زبان نہیں" کے موضوع پر تقریر کی۔ آپ نے فرمایا کہ اب تو پرشوتم داس ٹنڈن نے اردو کے بارے میں تسلیم کر لیا ہے کہ وہ ہندستان کی ہی ایک زبان ہے دراصل ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد اردو کو پاکستان کی حکومت نے اپنی سرکاری زبان قرار دیا۔ اس لئے ہندوستان کے فرقہ پرست اور ناسمجھ لوگوں نے اردو کی مخالفت شروع کر دی، اور ہندی اردو کا اختلاف دن بدن بڑھتا گیا۔ گزرے ہوئے حالات میں یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پاکستان بننے سے اردو پاکستان کی زبان نہیں ہو گئی۔ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان بہت سی چیزیں مشترک ہیں۔ اس میں اردو بھی شامل ہے۔

آخر میں صدر محترم نے فرمایا اگر زندگی میں قدرتاً سچائی کا دخل ہے تو ہندی والوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ تنگ نظری کی کوششوں کا نتیجہ خود ان کے حق میں خلاف نکلے گا۔ ہر ایک انسان کو اپنی مادری زبان سے محبت ہوتی ہے۔ میں اپنے وطن میں پوربی زبان بولتا ہوں اور یہاں دہلی میں بھی جب تانگے والے پوربی مل جاتے ہیں تو ان سے اسی زبان میں بات چیت کرتا ہوں تاکہ میرے بولنے کی مشق نہ چھوٹ جائے۔ اسی طرح ہر دہلی والے کو اردو سے محبت ہے اور یہاں کی حکومت کو عوام کا یہ مطالبہ ماننا ہی ہوگا۔

آخر میں حمیدہ سلطان احمد صاحبہ نے سالانہ رپورٹ پیش کی اس کے بعد جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا

جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ

یا دو آنے کا ٹکٹ آنا ضروری

ہے

قطعات

جو جناب تلوک چند صاحب محروم نے انجمن ترقی اردو شاخ دہلی کے سالانہ جلسہ میں پڑھے۔

تقدیر نے جب ہم کو دیا دیس نکالا
دم ہم نے لیا ان کے اردو کے وطن میں
دیکھے تو کوئی شوخی تقدیر ہماری
ایک اور اضافہ ہوا آلام کہن میں

ہم آئے تو اردو کی یہ صورت نظر آئی
پژمردہ کوئی پھول ہے یا چاند گہن میں

یوں کہا اردو سے میں نے اے مری پیاری زباں
تجھ سے چھینا جا رہا ہے کس لئے تیرا مقام
مدرسوں اور کالجوں میں اب ترا چرچا نہیں
اب نہ دفتر میں، نہ جلسے میں ہے تیرا احترام
کیوں نظر آتے ہیں اپنی محفلوں میں بھی اداس
شاعران خوشنوا، شیریں سخن، رنگیں کلام
کھینچ کر اک آہ اردو نے دیا مجھ کو جواب
پوچھ ان سے ہاتھ میں جن کے ہے بھارت کا نظام
پا سکے انگریز پر قابو نہ مسلم لیگ پر
لے رہے ہیں مجھ سے تقسیم وطن کا انتقام

نہرو کو جس زباں پہ ہے
اس کے دشمن ہیں دوست نہرو کے
ڈگمگاتے ہیں دیکھ کر یہ حال
حوصلے حامیان اردو کے

رباعیات

اردو کا چمن اجڑ رہا ہے افسوس
کیا نقش حسیں بگڑ رہا ہے افسوس
ہے پیکر دل نواز اردو جس پر
سایہ نفرت کا پڑ رہا ہے افسوس

ہر گھر میں رواں نہیں ہے اردو نہ سہی
توقیر یہاں نہیں ہے اردو نہ سہی
ہندی ہے و سندھی ہے نہ پنجابی ہے
دلی کی زباں نہیں ہے اردو نہ سہی

شکوہ ہے سیاست کہن سالاں سے
اہل دہلی کو دے رہے ہیں جھانسے
دلی پہ ہے فرض احترام اردو
نسبت ہے مادری زباں کو ماں سے

اردو سے اگر ہاتھ اٹھاؤ گے تم
پھر ہاتھ ملو گے کچھ نہ پاؤ گے تم
بخشا ہے جو میر و غالبؔ نے تمہیں
وہ ذوق سخن کہاں سے لاؤ گے تم

جے پور

راجستھان اردو کنونشن جے پور کا پروگرام

۲۹ مارچ ۱۹۵۶ء یوم پنجشنبہ :- ۱۰ بجے دن سے ۱/۲ ۱ بجے دن تک
افتتاح کنونشن خطبہ صدر استقبالیہ کمیٹی
تحریک صدارت، قرارداد تعزیت
قرائت پیغامات

۲ بجے دن :- افتتاح نمائش

۳ بجے شام سے ۶ بجے شام تک :- مناظرہ

۹ بجے شب سے ۱۱ بجے شب تک :- خطبہ صدارت اور تقاریر

۳۰ مارچ ۱۹۵۶ء یوم جمعہ :- ۸ بجے صبح سے ۱۱ بجے دن تک
میٹنگ سبجیکٹس کمیٹی

۱/۲ ۲ دن سے ۱/۲ ۶ بجے شام تک :- مشاعرہ

۹ بجے شب سے ۱۱ بجے شب تک مباحثہ اور تقاریر

۳۱ مارچ ۱۹۵۶ء یوم شنبہ :- ۹ بجے دن سے ۱۱ بجے دن تک
میٹنگ سبجیکٹس کمیٹی

۲ بجے دن سے ۱/۲ ۵ بجے شام تک :- کھلا اجلاس

۱/۲ ۸ بجے شب سے ایک بجے شب تک :- مشاعرہ

امروہہ عزیز احمد عباسی سکریٹری انجمن ترقی اردو امروہہ تحریر فرماتے ہیں کہ شاخ امروہہ کے زیر اہتمام طلبا کے تحریری و تقریری مقابلوں میں حسب ذیل شرکائے مقابلہ کامیاب ہوئے اور عزت مآب عالی جناب ڈاکٹر سید محمود صاحب بالقابہ وزیر وزارت امور خارجہ حکومت ہند کے مبارک ہاتھوں سے انعامات حاصل کئے۔

"بی۔ اے گریڈ" کے تحریری مقابلے میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طالب علم دل نواز احمد صاحب صدیقی نے پہلا اور دارالعلوم چلہ امروہہ کے طالب علم نواب ذی شان علی صاحب نے دوسرا انعام حاصل کیا۔

انٹرمیڈیٹ گریڈ میں حسب ذیل طلبا کامیاب ہوئے۔ اول جلال عباس عباسی، آئی۔ ایم انٹر کالج امروہہ (دوم) خالدہ خاتون پرائیوٹ (سوم) بی احمد صدیقی آئی ایم انٹر کالج (چہارم) سلمان احمد تقامی پرائیوٹ ہائی اسکول گریڈ میں (اول) مسرور عالم گورنمنٹ کالج امروہہ (دوم) سید علی امام نقوی آئی ایم کالج امروہہ (سوم) تبسم احمد عباسی گورنمنٹ کالج امروہہ۔

جونیئر اسکول گریڈ میں صرف ایک انعام ایم۔ بی۔ جونیئر اسکول امروہہ کے طالب علم محمد یامین نے حاصل کیا پرائمری سیکشن میں گرزری اسکول کے نجم عالم نے پہلا اور نوگزہ اسکول کے اقبال سعید اور ایوب احمد نے علی الترتیب دوسرا اور تیسرا انعام حاصل کیا۔

تقریری مقابلہ (ڈیبیٹ) میں ٹرافی آئی۔ ایم۔ انٹر کالج امروہہ کو گئی اور حسب ذیل طلبا نے انعامات حاصل کئے۔ شان علی گورنمنٹ کالج اول، سید ارمان مہدی اور سلطان دولہا، آئی ام کالج حسب ترتیب دوم سوم، نواب ذی شان علی دارالعلوم چلہ چہارم"

انجمن ترقی اردو ہند شاخ امروہہ کی دیرینہ مساعی کے نتیجے میں شہر میں ایک وسیع لائبریری کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے عزت مآب ڈاکٹر سید محمود صاحب بالقابہ وزیر وزارت امور خارجہ حکومت ہند امروہہ تشریف لائے، انجمن نے معزز مہمان کی ادبی دلچسپی کے پیش نظر اس موقع پر ایک علمی مباحثہ (ڈیبیٹ) اور ادبی اجتماع کا بھی انتظام کیا تھا گورنمنٹ کالج کے وسیع ہال میں انجمن کے زیر اہتمام طلبا کے تحریری و تقریری مقابلوں میں کامیاب ہونے والے شرکاء کو دست مبارک سے انعامات تقسیم کرتے ہوئے آپ نے مقامی انجمن کی خدمات کو سراہا اور اردو کے ماضی و مستقبل پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا اردو کے باب میں گزشتہ دو اک سالوں میں کافی تبدیلی ہوئی اور اب وہ وقت دور نہیں ہے جب اردو کو اس کا جائز مقام حاصل ہوگا مسلسل جدوجہد اور بے لوث خدمت کبھی رائیگاں نہیں جاتی، تقسیم انعامات کے بعد موصوف رفیع لائبریری کا سنگ بنیاد رکھا اور انجمن کی جانب سے دیے جانے والے عصرانہ میں شرکت فرمائی جس میں انجمن کی دعوت پر ضلع کے تقریباً تمام حکام اور شہر کے دو صد معززین شریک تھے۔ شب میں آپ نے انجمن کے علمی و ادبی اجتماع میں شرکت فرمائی۔ اس موقع پر بھی آپ نے امروہہ کے علمی ماحول اور انجمن کی خدمات کو سراہا اور نواب وقار الملک مرحوم کا خصوصیت سے تذکرہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا نواب صاحب کے رابطے سے امروہہ میرے لئے کوئی نئی جگہ نہیں، میں رفیع لائبریری اور انجمن کی ہر ممکن امداد کروں گا اور انشاء اللہ بار دگر امروہہ آؤں گا۔

ناگور ۱۲ فروری کو ناگور راجستھان کے حامیان اردو کا ایک عام جلسہ زیر صدارت جناب حکیم محمد ابراہیم شاہ صاحب ناچیز دفتر جمعیۃ العلماء میں منعقد ہوا

جناب رشید احمد صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ وکیل صدر۔ جناب حافظ عبدالقدوس صاحب غوری جنرل سکریٹری، جناب حافظ عبدالرحمان صاحب آنریری خازن۔

مجلس منتظمہ کے لیے حسب ذیل اصحاب نامزد ہوئے۔

جناب ڈاکٹر جی کلا صاحب چیرمین میونسپل بورڈ۔ جناب سید جلال الدین صاحب وکیل جناب حاجی رحیم بخش صاحب ذوقی جناب حکیم محمد ابراہیم شاہ صاحب ناچیز

اردو کی خبریں

اجمیر

محکمہ تعلیمات اجمیر کی جانب سے تعلیمی میلہ کے سلسلے میں ۲۸ جنوری ۱۹۵۶ء کی شب کو ۸½ بجے ایک کل ہند مشاعرہ زیر صدارت جناب محمد یسین نوری صاحب سابق وزیر بمبئی منعقد ہوا۔ اجمیر کے وزیر تعلیم شری برج موہن لال شرما نے مشاعرہ کا افتتاح فرمایا مقامی شعرا کے علاوہ جناب انور صابری صاحب۔ جناب روشن صدیقی صاحب جناب وامق صاحب جون پوری، جناب سیتہ نرائن سنہا صاحب جناب شوق بھوپالی صاحب، جناب زیب دہلوی صاحب۔ جناب ناظم سوتلی صاحب۔ جناب وقار ہو صاحب۔ جناب پارسا کوثری صاحب جناب احمر بے پوری صاحب وغیرہ نے شرکت فرمائی۔

پروفیسر سید اکبر علی ترمذی نے مہمانوں کا استقبال کرتے ہوئے کہا کہ اجمیر اسٹیٹ میں اردو کا مشاعرہ ایک ہر دلعزیز پروگرام بن گیا ہے اور اردو شاعری کے متوالے اس کا بڑی بے چینی سے انتظار کرتے رہتے ہیں مشاعروں کی مقبولیت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ آخری چار سال میں ہمارے اس چھوٹے سے شہر میں چار آل انڈیا مشاعرے ہوئے ان میں سے دو پہلے گورنمنٹ کالج کی جانب سے کئے گئے۔ تیسرا انجمن ترقی اردو کے زیر اہتمام منعقد ہوا۔ اور یہ چوتھا کل ہند مشاعرہ آج محکمہ تعلیمات کی جانب سے ہو رہا ہے جہاں تک اس مشاعرے کا تعلق ہے ہماری اسٹیٹ کے وزیر تعلیم شری برج موہن لال شرما اور ہمارے ڈائرکٹر تعلیمات شری سیال صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں۔

مشاعرہ ہمیشہ سے ہماری ادبی زندگی کا جزو رہا ہے اور آج اس نے ایک تہذیبی اور سماجی ادارے کی شکل اختیار کر لی ہے آج مشاعرہ ایک تفریحی جلسہ ہی نہیں بلکہ سماجی، لسانی، تعلیمی اور سیاسی پرچار کا ایک کار آمد آلہ بن گیا ہے۔ دوسرے جلسوں کے مقابلے میں مشاعروں میں زیادہ چہل پہل ہوتی ہے۔ ہمارے شاعر چاہیں تو اس سے بڑے بڑے کام لے سکتے ہیں۔

کسی کا قول ہے کہ شاعر ماضی کا امین، حال کا اشاریہ اور مستقبل کا پیامبر ہوتا ہے۔ اردو کے شاعر بھی ہماری قومی روایات کے امین ہیں۔ ہمارے شاعروں نے ہندوستان کی عظمت اور بزرگی کے گیت گائے ہیں۔ انھوں نے یہاں کے پہاڑوں، دریاؤں اور تہواروں کو اپنی نظموں کا موضوع بنایا ہے۔ اردو کے شاعروں نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا وہ ایک قدم آگے بڑھے اور جنگ آزادی کے پرچم کو اپنے ہاتھ میں سنبھالا اور آزادی کے کارواں کو اس منزل پر لے آئے جہاں آج ہم اور آپ کھڑے ہیں۔ میرا تو یہ دعویٰ ہے کہ اگر خدانخواستہ ہندوستان کی جنگ آزادی کی تاریخ مرتب کی جائے تو ہم اسے اردو شاعری کی مدد سے از سر نو ترتیب دے سکتے ہیں۔

حضرات! جب ہندوستان آزاد ہوا تو ہمارے شاعر خوشی سے ناچنے لگے۔ لیکن جیسا کچھ عرصے کے لئے ملک میں بربریت اور فرقہ پرستی کا طوفان امنڈ آیا تو اردو کے شاعروں نے اپنا ذہنی توازن نہیں کھویا وہ انسانیت اور مانوتا کی علمبردار آگے بڑھے اور فسادات کے طوفان کے سامنے ایک دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔

آج نئے ہندوستان کی تشکیل ہو رہی ہے نئے ہندوستان کو بنانے میں اردو کے شاعر بڑا کام کر سکتے ہیں اور کیونکہ وہ ہندوستان کی ملی جلی گنگا جمنی تہذیب کے سچے وارث ہیں۔

آگرہ

انجمن ترقی اردو سینٹ جانسن کالج آگرہ کا سالانہ مشاعرہ ۶ فروری ۱۹۵۶ء بروز دوشنبہ بوقت ۹ بجے شب کالج ہال میں منعقد ہوا۔ مشاعرہ کی صدارت حضرت میکش اکبرآبادی نے فرمائی۔ مشاعرے میں حسب ذیل حضرات نے شرکت فرمائی۔

مسرور اکبرآبادی، قمر اکبرآبادی، ثاقب اکبرآبادی، مسعود اکبرآبادی، معین اکبرآبادی، شہنشاہ، تاج محلی، اثر تاج محلی۔ دل تاج محلی۔ منی لال شاد تاج محلی، زخمی اکبرآبادی، اصغر اکبرآبادی، ارماں اکبرآبادی، آفتاب ٹوڈویا، ایچ ایف فتح پوری، مغیث الدین فریدی، صہبا اکبرآبادی، ہوش اکبرآبادی، جمیل افغانی اور شوق بہرائچی صاحب

مشاعرہ رات کے ساڑھے بارہ بجے تک بڑے سکون کے ساتھ ہوتا رہا۔ حاضرین کے ذوق و شوق میں مشاعرہ کے اختتام تک کوئی کمی نہیں تھی۔ کالج کے طلبا نے بڑے نظم اور ترتیب کے ساتھ مشاعرہ کی ادبی فضا کو برقرار رکھا۔

ہماری زبان کا اگلا نمبر "عبد الغفار نمبر" ہوگا
جو یکم مارچ ۱۹۵۶ء کو شائع ہوگا

انجمن کی نئی مطبوعات

قومی تہذیب کا مسئلہ

ڈاکٹر سید عابد حسین ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی کی تصنیف ہے جس میں ابتدا سے اس وقت تک کی تہذیب کی ترقی اور اس کی نشوونما پر روشنی ڈالی گئی ہے اور قومی وحدت کو مضبوط بنانے کی تجویزیں پیش کی گئی ہیں۔

قیمت مجلد چھ روپے

سریلے بول

حفیظ اللہ کی شاعری اس نئی پود کے نام تھی جن کے ہونٹوں پر ابھی تک ماں کا دودھ خشک نہیں ہوا ہے۔ ہندی شاعری سے انھوں نے گیت کی ریت لیکر ایک نئی ڈگر قائم کی۔ انجمن ان کے گیتوں کا یہ انتخاب پہلی بار ہندی رسم الخط میں پیش کر رہی ہے۔

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

اسلام کے علاوہ مذاہب کی ترویج میں اردو کا حصہ

اس موضوع پر اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں ڈاکٹر محمد عزیز صاحب لکچرار شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے بڑی تلاش اور تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ ہندوستان میں اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب اور ان کے اخلاق کی اشاعت میں اردو زبان کا کتنا حصہ ہے

قیمت پانچ روپے آٹھ آنے

ہندی ادب کی تاریخ

اردو ادب میں ہندی ادب کی یہ پہلی تاریخ ہے جس کو ڈاکٹر محمد حسن ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی لکچرر شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے بڑی محنت اور تحقیق سے مرتب کیا ہے۔

قیمت مجلد پانچ روپے

انجمن ترقی اردو ہند

کا

ایک علمی کارنامہ

مسلسل چھ سال کی عرق ریزی محنت اور کثیر رقم خرچ کر کے انجمن نے دس ہزار اردو الفاظ کی ایک اردو ہندی ڈکشنری شائع کی ہے۔ اس ڈکشنری کی ترتیب کا بنیادی خیال یہ تھا کہ اب جبکہ ہندی ہمارے ملک کی سرکاری زبان قرار پا چکی ہے۔ آبادی کے ایسے طبقوں کے لئے جن کی زبان اردو ہے ایک ایسی فرہنگ کی ضرورت ہے جس میں آسانی کے ساتھ تمام اردو لفظوں کے ساتھ تمام اردو لفظوں کے ہندی مترادفات مل سکیں اور ان کو یہ معلوم کرنے میں کوئی وقت نہ ہو کہ کس اردو لفظ کے لئے ہندی زبان کا کون سا لفظ موزوں ہوگا۔ چار سال سے زبان کے بہتر سے بہتر ماہرین کی مدد سے یہ مسودہ تیار کیا گیا ہے اور ہندی۔ اردو کے لفظوں کا تلفظ رومن رسم الخط میں بھی دیا گیا ہے تاکہ لفظوں کے صحیح تلفظ سے ہندی اور اردو دونوں زبانیں جاننے والے واقف ہو سکیں۔ مجھے امید ہے کہ انجمن کے اس کارنامے کی ملک میں قدر کی جائے گی۔ یہ ڈکشنری نہ صرف طلبا کے لئے بلکہ علمی کام کرنے والوں کے لئے بھی ہر طرح مفید ثابت ہوگی۔ ۲۰ روپے میں انجمن ترقی اردو علی گڑھ سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

مہتمم مطبوعات

(پرنٹر پبلشر آل احمد سرور جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند نے نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپوا کر مرکزی انجمن سے شائع کیا)